قرآن مجید میں ناسخ و منسوخ ایات

احمد حسن

قرآن مجید میں نسخ آیات کے بارے میں دور قدیم سے ھی اختلاف رائے ایا جاتا ہے۔ دور حاضر میں بھی اس مسئلہ پر اہل علم نے بہت کچھ لکھا ہے۔ ںول فقہ کی کتابوں میں بھی اس موضوع پر تفصیل سے بحثیں ملتی ھیں۔ اسخ منسوخ آیات پر مستقل کتابیں بھی لکھی گئی ھیں۔ تاھم اھل علم کےدرمیان آج تک اس بات پر اتفاق نہیں ھوسکا کہ قران مجید میں منسوخ آیات کتنی ھیں یہ بات بھی پورے طور پر واضح نہیں ہے کہ جو آیات منسوخ سمجھی باتی ھیں ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق منسوخ سمجھا گیا ہے، یا قرآن مجید خود واضح و صاف لفظوں میں ان کو منسوخ کرتا ہے۔ قرآن مجید چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ھوا اس لئے سخ کے بارے میں آپ کی ھدایات ھی حتمی ھوسکتی تھیں۔ اس کے بعد اس مسئلہ میں کوئی نزاع نہ ھوتی۔ لیکن اس بارے میں آپ کی طرف سے کوئی ج ارشادات موجود نہیں ھیں۔ اھل علم، بالخصوص فقہاء نے تدبر قرآن، دیث نبویہ، آثار صحابہ، تعامل است اور اپنی رائے و بصیرت کی روشنی میں آیات کا تعین کیا ہے۔ اس لئے مختلف زمانوں میں منسوخ آیات گھٹتی بڑھتی رھی ہے۔ ذیل میں ھم اس مسئلہ کے مختلف گوشوں الیں گے، اور اس کا تاریخی تجزیہ پیش کریں گے۔

لغوی معنی مٹانے، زائل کرنے یا منتقل کرنے کے ھیں۔ [illegible] نسخت الشمس الظل [illegible] زائل کرنے کے مفہوم کی تائید

میں پیش کی جاتی ہیں - نسخت الکتاب (میں نے کتاب نقل کی) میں لفظ نسخ کا مفہوم کسی چیز کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا ہے -(۱) اصطلاح شریعت میں نسخ ایک حکم کو دوسرے حکم سے بدلنے کو کہتے ہیں - اس کا مقصد مدت حکم کا بیان اور وضاحت ہے -(۲) نسخ کا محل صرف احکام ہیں جو اوامر اور نواہی پر مشتمل ہوتے ہیں، اخبار میں نسخ نہیں ہوتا - نسخ کی مناسبت سے احکام کی چار قسمیں ہو سکتی ہیں - ایسے احکام جن کا ابدی ہونا نص سے ثابت ہو - ایسے احکام جن کی ابدیت دلالت النص سے ثابت ہو - اور ایسے احکام جن کی توقیت نص سے معلوم ہو - چوتھی قسم میں وہ احکام شامل ہیں جو مطلق ہوں، جن کی توقیت یا ابدیت نص سے معلوم نہ ہو، بلکہ ان میں دونوں کا احتمال ہو - پہلی تین قسموں میں نسخ نہیں ہوسکتا - صرف احکام کی چوتھی قسم محل نسخ ہوسکتی ہے -(۳)

فقہا نے قرآن مجید میں نسخ کی چار صورتیں بتائی ہیں - ایسی آیات جن کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہیں - ایسی آیات جن کا حکم منسوخ ہے تلاوت باقی ہے - ایسی آیات جن کی تلاوت منسوخ ہے حکم باقی ہے - احناف نص پر اضافہ کو بھی نسخ سے تعبیر کرتے ہیں -(۴) ان پر ہم علیحدہ علیحدہ بحث کریں گے - سب سے پہلے ہم اس قسم کی آیات پر گفتگو کرتے ہیں جن کی تلاوت باقی ہے، لیکن حکم منسوخ ہے - ایسی ہی آیات کے بارے میں شدید اختلافات ہیں، اور مفسرین و فقہاء نے اپنے اپنے ذوق و بصیرت یا بعض روایات کی بنا پر ان کو منسوخ کہا ہے - ہمارے اس مقالے کا موضوع بیشتر اسی قسم کی آیات ہیں -

تاریخ کے کس دور میں نسخ آیات کا تصور پیدا ہوا، اس بارے میں یقینی طور پر کچھ کہنا مشکل ہے - اتنی بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ ظہور اسلام کے بعد مسلمانوں کے مختلف حالات کے مطابق

احکام نازل ہوتے تھے۔ تبدیلی حالات کے ساتھ احکام بدلتے رہتے تھے، نئے حکم کے آتے ہی سابق حکم پر عمل نہیں رہتا تھا ، اگرچہ اس حکم سے متعلق آیات باقی رہتی تھیں ۔ یہ بحث علیحدہ ہے کہ بعض آیات ایسی بھی بتلائی جاتی ہیں جن کی تلاوت اور حکم دونوں ہی اٹھالئے گئے، قرآن مجید کی تفسیر اور اس سے استنباط احکام کا سلسلہ جب باقاعدہ طور پر شروع ہوا تو مفسرین و فقہاء دونوں ہی طبقوں کو اس بارے میں یقیناً دشواری پیش آئی ہوگی کہ بعض متضاد آیات کی تطبیق کس طرح کی جائے ۔ بیشتر آیات کے درمیان بظاہر تطبیق اور موافقت نہ ہونے کے سبب ہی غالباً تصور نسخ کو ایک علمی اور فنی مسئلہ بنا کر قرآن مجید کی تفسیروں اور اصول فقہ کی کتابوں میں اس پر تفصیل سے بحثیں کی گئیں اور آج تک یہ مسئلہ موضوع بحث بنا ہوا ہے ۔

قرآن مجید میں منسوخ آیات ماننے کا ایک سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خود بعض آیات قرآن میں نسخ و تبدیل احکام کو بتلاتی ہیں ۔ چنانچہ نسخ آیات کی تائید میں مندرجہ ذیل آیات عام طور پر پیش کی جاتی ہیں :

(۱) ما ننسخ من آیة اوننسها نات بخیر منها أو مثلها ، الم تعلم ان الله علی کل شئی قدیر ۔ (۲:۱۰۶) ۔

ہم جس آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا اسے فراموش کردیتے ہیں تو اس سے بہتر یا ویسی ہی آیت بھیج دیتے ہیں، کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہر بات پر قادر ہے

(۲) واذا بدلنا آیة مکان آیة و الله اعلم بما ینزل قالوا انما انت مفتر بل اکثرهم لا یعلمون ۔ (۱۶:۱۰۱) ۔

اور جب ہم کوئی آیت کسی آیت کی جگہ بدل دیتے ہیں اور اللہ جو کچھ نازل فرماتا ہے اسے خوب جانتا ہے، تو وہ (کافر) کہتے ہیں کہ تم تو (یونہی) اپنی طرف سے بنا لاتے ہو، حقیقت یہ ہے کہ ان میں اکثر نادان ہیں ۔

(۳) یمحوا الله ما یشاء و یثبت

اللہ جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے، اور

وعندہ ام الکتاب ۔ (۱۳ ؛ ۳۹) (جس کو چاہتا ہے) قائم رکھتا ہے، اور
اسی کے پاس اصل کتاب ہے ۔

هم ان آیات پر علیحدہ تفصیل سے بحث کرکے دیکھیں گے کہ ان سے واقعی نسخ آیات ھی مراد ہے یا کچھ اور۔

قرآن مجید میں نسخ آیات کا تصور پہلی صدی هجری کے آخر میں علمی طور پر زیر بحث آنے لگا تھا ۔ امام شافعی سے پہلے قدیم مکاتب فقه میں بعض مسائل میں منسوخ آیات کو بتلایا گیا ہے ۔ ابراھیم نخعی (متوفی ۹۶ھ) کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ آیت ۵ ؛ ۱۰۶ منسوخ ہے ۔ اس آیت سے معلوم هوتا ہے کہ وصیت کے وقت مسلمان غیر مسلم کو بھی گواہ بنا سکتا ہے ۔ ابراھیم نخعی کے اس قول کو نقل کرکے امام محمد بن الحسن کہتے ھیں کہ چونکہ یہ آیت منسوخ هوچکی ہے اس لئے اب غیر مسلم کو گواہ نہیں بنایا جا سکتا صرف مسلمان ھی گواہ ھو سکتا ہے ۔ اس مسئلہ میں وہ امام ابو حنیفہ کی رائے بھی یہی نقل کرتے ھیں ۔(۵) اسی طرح امام مالک آیت ۲ ؛ ۱۸۰ کو منسوخ مانتے ھیں ۔ اس آیت میں مرتے وقت والدین اور رشتہ داروں کے حق میں اپنے مال کی وصیت کرنے کا حکم ہے ۔ امام مالک کے نزدیک چونکہ یہ آیت منسوخ ہے اس لئے اس کو نقل کرکے وہ کہتے ھیں "جن رشتہ داروں کو شرعی قانون کے مطابق میراث میں سے حصہ ملتا ہے ان کے حق میں وصیت نہیں کی جاسکتی ۔ ھاں تمام حصہ داروں کی اجازت سے ایسا کیا جا سکتا ہے" ۔(۶) یوں تو نسخ آیات کے بارے میں صحابہ کے اقوال بھی ملتے ھیں، تاهم بعض متقدمین کی رائے نقل کرنے سے همارا مقصود یہ بتا نا ہے کہ اصولی طور پر تدوین فقه کے ارتقائی مراحل میں ابتداء سے ھی یہ تصور موجود تھا ۔ اصول فقه کی باقاعدہ تدوین و ترقی کے بعد مسئلہ نسخ نے بہت اهمیت حاصل کرلی ۔ آخر میں اس پر اجماع صحابہ کا بھی دعویٰ کیا گیا ۔(۷)

علماء اصول ''ما ننسخ من آیة'' (۲ : ۱۰۶) سے نسخ آیات ثابت کرتے ہیں۔ لیکن معتزلہ اسی آیت کو خلق قرآن کے اثبات میں پیش کرتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں وقتاً فوقتاً احکام منسوخ ہوتے رہے اس لئے یہ ابدی نہیں ہوسکتا۔(۸) لیکن ان میں سے ایک گروہ سرے سے نسخ احکام کا منکر ہے۔ ان کے خیال میں قرآن مجید کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔(۹) دور حاضر کے بعض مسلمان مفکرین نے بھی نسخ آیات کا انکار کیا ہے۔

متاخر دور میں اہل علم نے مسئلہ نسخ کو بہت اہمیت دی۔ اس کی اہمیت کا اندازہ کچھ ان تصانیف سے لگا یا جا سکتا ہے جو ہمیں بعد کے دور میں ملتی ہیں۔ ابن ندیم نے بیس (۲۰) تصانیف کا ذکر کیا ہے،(۱۰) اور سیوطی بیشمار بتلاتے ہیں۔(۱۱) بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ ناسخ منسوخ آیات کے علم کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ ایک بار حضرت علی نے کوفہ کی مسجد میں ایک شخص کو دینی مسائل بتاتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے اس سے دریافت کیا کہ اسے قرآن مجید کی ناسخ منسوخ آیات کے بارے میں علم ہے؟ اس نے نفی میں جواب دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ وہ خود کو بھی فریب دے رہا ہے اور دوسروں کو بھی۔ اور آئندہ ان مسائل پر گفتگو کرنے سے اس کو منع کردیا۔(۱۲) اس قسم کی اور بھی متعدد روایات ملتی ہیں، لیکن یہ اس لئے مشکوک ہوجاتی ہیں کہ ناسخ منسوخ آیات کی تعداد صحابہ کے دور میں بھی متعین نہیں تھی۔ بلکہ ہر دور میں ان کی تعداد میں کمی بیشی ہوتی رہی۔ کچھ مثالیں ایسی بھی ملتی ہیں کہ بعض صحابہ جن آیتوں کو منسوخ کہتے ہیں دوسرے اس کو منسوخ ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ اس سے حضرت علی کی مراد شاید یہ ہو کہ منسوخ آیات کے بارے میں متقدمین کے اقوال کا علم ہونا ضروری ہے۔

اهل علم نے ماضی میں نسخ کے لفظ کو مختلف معانی میں استعمال کیا ہے۔ اس لئے منسوخ آیت سے کیا مراد ہے یہ بات سمجھنے میں مشکلات پیش آتی ہیں - بعض صحابہ سے بھی اس کا استعمال مختلف معنوں میں مروی ہے - تبدیل حکم کے علاوہ نسخ کو استثناء، تخصیص، اور تفسیر و بیان کے معنی میں بھی سمجھا گیا ہے -(۱۳) متقدمین کے یہاں کسی آیت کے ناسخ ہونے کا مطلب یہ بھی ہوتا تھا کہ وہ کسی آیت کے ابہام کو دور کرتی ہے - یا کسی ایک مفہوم میں اس کو خاص کرتی ہے، متاخر دور میں اس کے مختلف معانی کا لحاظ کئے بغیر اس کو عام طور پر تبدیل حکم کے مفہوم میں ہی سمجھا جانے لگا - یہ بات سب جانتے ہیں کہ قرآن مجید کی بعض آیات مجمل ہیں، اور دوسری آیات ان کے صحیح معنی متعین کرتی ہیں - اس قسم کی آیات کو جو مجمل آیات کی تفسیر کرتی ہوں، یا عام کو خاص کرتی ہوں، یا مطلق کو مقید کرتی ہوں، نسخ سے تعبیر کیا گیا ہے - چنانچہ احناف کے یہاں نص پر اضافہ کو نسخ کہا جاتا ہے -(۱۴) ابو اسحاق شاطبی نے اس کی متعدد مثالیں پیش کی ہیں۔ مثلاً ابن عباس کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ آیت من کان یرید العاجلة عجلنا له فیها ما نشاء لمن نرید ثم جعلنا له جهنم یصلها مذموما مدحورا (۱۷ : ۱۸) - ترجمہ جو شخص دنیا کی (آسودگی) کا خواہش مند ہو تو ہم اس میں سے جسے چاہتے ہیں اور جتنا چاہتے ہیں جلد دے دیتے ہیں - پھر اس کے لئے جہنم کو ٹھکانا مقرر کر رکھا ہے - اور وہ اس میں بدحال، راندہ درگاہ ہوکر داخل ہوگا) - آیت من کان یرید حرث الاخرة نزدله فی حرثه، و من کان یرید حرث الدنیا نؤته منها وماله فی الاخرة من نصیب (۴۲ : ۲۰) ترجمہ - جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو اس کے لئے ہم اس کی کھیتی میں افزائش کریں گے - اور جو دنیا کی کھیتی کا خواستگار ہو اس کو ہم اس میں سے دیں گے، اور اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہ ہوگا - کو منسوخ کرتی ہے نہ پہلی آیت خاص ہے اور دوسری عام - یہاں نسخ درحقیقت تخصیص کے معنی میں

مستعمل ہے - اسی طرح ابن عباس نے ہی سورہ شعراء کی آیات و الشعراء یتبعھم الغاوٗن ط الم ترانھم فی کل واد یھیمون و انھم یقولون مالا یفعلون (۲۶ : ۲۲۴-۲۲۶) ترجمہ : اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں - اور کہتے وہ ہیں جو کرتے نہیں - آیت الا الذین آمنوا و عملوا الصلحت و ذکروا اللہ کثیراً و انتصروا من بعد ما ظلموا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون - (۲۶ : ۲۲۷)- ترجمہ مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے اور خدا کو بہت یاد کرتے رہے اور اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد انتقام لیا - اور ظالم عنقریب جان لیں گے کہ کون سی جگہ لوٹ کر جاتے ہیں، سے منسوخ ہیں - یہاں نسخ سے ان کی مراد استثناء ہے -(۱۵) اس قسم کی مثالوں سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ قدیم دور میں نسخ کا لفظ عام معنوں میں مستعمل تھا، اور ہر موقع پر اس کو تبدیل حکم کے مفہوم میں ہی استعمال نہیں کیا جاتا تھا - اسی بنا پر شاہ ولی اللہ صاحب کا خیال ہے کہ متقدمین کے یہاں منسوخ آیات کی تعداد متاخر دور کے مقابلہ میں زیادہ تھی -(۱۶)

ہم یہ بات پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ نسخ آیات کے بارے میں صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے حتمی مانی جاسکتی ہے - لیکن آپ نے ناسخ منسوخ آیات کے بارے میں کوئی واضح ہدایات نہیں چھوڑیں - اور تعجب ہے کہ اگر واقعی قرآن مجید میں منسوخ احکام یا آیات موجود تھیں تو احادیث میں ہمیں اس کی تصریح کیوں نہیں ملتی - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس اہم مسئلہ کو امت کے اجتہاد اور رائے پر کبھی نہ چھوڑتے - اس بارے میں خود صحابہ کا اختلاف اس بات کی دلیل ہے کہ منسوخ آیات کی تعین عہد نبوی میں نہیں ہوئی - ہم یہاں چند آیات مثال کے طور پر پیش کرتے ہیں جن کے منسوخ ہونے میں صحابہ کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے ابن عمر کہتے ہیں کہ آیت و علی الذین یطیقونہ فدیة طعام مسکین (۲ : ۱۸۴)

ترجمہ ۔ ان لوگوں پر جو روزہ کی (مشکل سے) طاقت رکھتے ہیں فدیہ دینا ہے، جو ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے، کا حکم منسوخ ہوچکا ہے۔ اور اس کو اس کے بعد والی آیت فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ نے منسوخ کیا ہے ۔ اس کے بر عکس ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے۔ بلکہ اس کا اطلاق شیخ فانی اور معذورین پر ہوگا ۔ چنانچہ انس بن مالک اسی پر عمل کرتے تھے، وہ بڑھاپے میں روزہ نہیں رکھتے تھے، اور فدیہ دیتے تھے ۔(۱۷)

آیت وصیت ۲ : ۸ کے بارے میں امام بخاری نے ابن عباس کا یہ قول نقل کیا ہے ۔

ان ناسا یزعمون ان ھذہ الآیۃ نسخت، ولا واللہ ما نسخت، ولکنھا مما تھاون الناس (۱۸)

لوگ اس آیت کو منسوخ سمجھتے ہیں، و بخدا یہ منسوخ نہیں ہے ۔ لیکن اس بارے میں لوگوں نے بے اعتنائی سے کام لیا ہے ۔

تفسیر اور حدیث کی کتابوں میں اس قسم کی مثالیں بکثرت پائی جاتی ہیں ۔ صحابہ کے درمیان اختلاف کی بنا پر تابعین نے بھی اس بارے میں اختلاف کیا ہے ۔ اور بہت کم آیات ایسی ہوں گی جن کے منسوخ ہونے کے بارے میں دو رائیں نہ ملتی ہوں ۔

منسوخ آیات کی تعداد پانچ سو سے اوپر بتائی جاتی ہے ۔ ذیل میں ہم کچھ اس کی تفصیل درج کرتے ہیں(۱۹) :

وہ آیات جو انفرادی طور پر منسوخ سمجھی جاتیں ہیں	۲۰۱
سورہ الاحزاب میں منسوخ آیات . . .	۲۱۳
سورہ توبہ کے برابر ایک سورت تھی جو منسوخ ہوگئی	۱۳۰
خلع و حفد کی آیات	۱۸
رجم و رضاعت کی آیات	۲

قرون وسطیٰ میں منسوخ آیات کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا ہے۔ ایک جہاد کے حکم سے ہی جسے آیت السیف کہتے ہیں ایک سو تیرہ آیتیں منسوخ بتلائی جاتی ہیں۔ یہ وہ آیتیں ہیں جن میں صبر، عفو و درگزر، اور مصائب برداشت کرنے کے احکام تھے۔(۲۰) ابو مسلم اصفہانی (متوفی ۳۲۲ھ) نے، غالباً سب سے پہلے، نسخ کا قطعی انکار کردیا۔(۲۱) جوں جوں زمانہ گزرتا گیا منسوخ آیات کی تعداد کم ہوتی گئی چنانچہ امام سیوطی نے گھٹا کر ان کی تعداد بیس (۲۰) کردی،(۲۲) اور شاہ ولی اللہ نے پانچ بتلائی۔(۲۳) جن آیات کو متضاد سمجھ کر منسوخ بتلایا گیا تھا، بعد کے دور میں ان کی اس طرح تفسیر اور توجیہ کی گئی کہ ان کے درمیان تضاد دور ہوگیا، اور وہ پھر منسوخ نہیں رہیں۔ شہرستانی نے نسخ شرائع پر بحث کرتے ہوئے یہ بتلایا ہے کہ ہر دور میں ہر قوم کے مزاج اور حالات کے لحاظ سے احکام بھیجے جاتے تھے، اور بعد کی شریعتیں پہلے کی شریعتوں کو منسوخ کرتی رہی ہیں۔ انہوں نے نسخ شرائع کو انسان کی پیدائش کے مختلف مراحل سے تشبیہ دی ہے۔ اور یہ بتلایا ہے جنین کی ہر دوسری حالت اپنے سے پہلی حالت کو منسوخ کر دیتی ہے۔ ان کے خیال میں ظہور اسلام تک دین اپنے ارتقائی مراحل سے گذرتا رہا، اور اسلام نے اس کی تکمیل کی۔ اس لئے شریعت اسلام نے پچھلی تمام شریعتوں کو منسوخ کردیا۔(۲۴) تاہم شہرستانی نے قرآن مجید میں انفرادی آیات کے منسوخ ہونے پر تفصیلی بحث نہیں کی۔ جو لوگ نسخ آیات کا انکار کرتے ہیں وہ بھی نسخ آیات سے مراد نسخ شرائع لیتے ہیں۔

عصر حاضر کے مفکرین میں مفتی محمد عبدہ نسخ احکام کو اصولی طور پر توتسلیم [illegible]تے ہیں، تاہم عملی طور پر وہ قرآن مجید کی ناسخ منسوخ آیات میں تطبیق [illegible] پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔(۲۵) اس سے یہی نتیجہ اخذ [illegible] نسخ آیات کے قائل نہیں تھے۔ انہوں نے قرآن مجید

میں کثرت سے منسوخ آیات پر اپنے شبہات کا اظہار کیا ہے، اور اس بارے میں انہوں نے بہت احتیاط سے کام لیا ہے۔ سرسید احمد خاں نے نسخ آیات کا قطعی طور پر انکار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ آیت ۲ : ۱۰۶ میں نسخ آیت سے مراد نسخ شرائع ہے نہ کہ قرآن مجید کی آیات کا نسخ ۔(۲۶) اسلم جیراج پوری بھی نسخ آیات کو تسلیم نہیں کرتے۔ مسئلہ نسخ پر وہ اپنی بحث یہ کہہ کر ختم کردیتے ہیں کہ کلام الہی اس سے بہت بلند ہے کہ السالی رائے اس کو منسوخ کرے ۔(۲۷) محمد الخضری نے اپنی کتاب اصول الفقہ میں ان آیات کے درمیان موافقت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جن کو سیوطی نے منسوخ بتلایا ہے۔ عصر حاضر کے مفکرین میں عام طور پر یہی رجحان پایا جاتا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا عبید اللہ سندھی بھی نسخ آیات کے نظریہ کے قائل نظر نہیں آتے۔ شاہ ولی اللہ نے اگرچہ منسوخ آیات کی تعداد گھٹا کر پانچ کردی ہے، تاہم وہ بھی اس نظریہ سے خوش نہیں ہیں ۔ ایک مقام پر وہ منسوخ آیات کے بارے میں عام مفسرین اور فقہاء کی رائے کو احتیاط سے قبول کرنے کا مشورہ دیتے ہیں ۔(۲۸)

اهل کتاب میں یہودی وحی الہی میں نسخ کے قائل نہیں ہیں ۔ عیسائی شریعت موسوی کو منسوخ مانتے ہیں ۔(۲۹) بائبل کے بعض مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ الفاظ اور حکم دونوں قسم کے نسخ کو تسلیم کرتے ہیں ۔(۳۰) جرمن مستشرق نولدیکے نے اسی نظریہ کی بنا پر اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ نسخ وحی ایک ایسا عجیب تصور ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود پیش نہیں کرسکتے تھے۔ اسلام میں نسخ وحی کا تصور عیسائی نظریہ نسخ شرائع سے مشابہت رکھتا ہے۔ جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ انجیل نے یہودی شریعت کو منسوخ کردیا۔(۳۱) مستشرقین اپنی علمی تحقیقات میں عام طور پر یہی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، کہ اسلام کے بنیادی عقائد، تصورات اور قوانین یہودیت یا عیسائیت یا دوسرے مذاہب سے ما

یا متاثر ہیں ۔ اس مسئلہ میں بھی غالباً نولدیکے دبی زبان سے یہی بات کہنا چاہتے ہیں ۔ اس تصور کے عجیب و بے مثال ہونے میں تو ہم ان کے ساتھ متفق ہیں، تاہم یہ کہنا مشکل ہے کہ اسلام میں نسخ وحی کا تصور عیسائی نظریہ سے ماخوذ یا متاثر ہے ۔ اس کو ثابت کرنے کے لئے تاریخی شواہد و مثبت قطعی دلائل کی ضرورت ہے ۔ مسلمان مفکرین کے درمیان اس تصور کے بارے میں چاہے جتنا اختلاف ہو یہ بات آسانی سے سمجھ میں آتی ہے کہ تفسیری و فقہی کاوشوں کے نتیجہ میں یہ تصور خود مسلمانوں کا دیا ہوا ہے ۔ پروفیسر فون گرونے باؤم (Von Grunebaum) نے نولدیکے سے اختلاف کیا ہے ۔ وہ قرآنی تصور نسخ وحی کو زیادہ میکانکی بتلاتے ہیں ۔ (٣٢) مستشرق گیوم (Guillaume) نسخ وحی کے نظریہ کو مانتے ہیں، لیکن وہ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ نزول قرآن کے ابتدائی دور میں اکثر و بیشتر تبدیلیاں ہوتی رہتی تھیں ۔ اس قسم کے دلائل سے وہ قرآن مجید کے کلام الہی ہونے کا انکار کرتے ہیں ۔ اسی سیاق میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بتوں کے سامنے سجدہ کرنے کی روایت کو بھی بہت اچھالا ہے ۔ اور اس واقع کو درست بتلایا ہے ۔ (٣٣)

اب ہم ان تین آیتوں پر مختصر گفتگو کرتے ہیں جن پر نسخ کا نظریہ مبنی ہے ۔ ان میں سے پہلی آیت ٢ : ١٠٦ ہے ۔ اس آیت کے ساتھ اگر ہم ان مضامین کو ملا کر پڑھیں جو قرآن مجید میں اس سے قبل اور اس کے بعد بیان ہوئے ہیں تو اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ بنی اسرائیل پر اللہ تعالی نے جو مسلسل انبیاء اور کتابیں بھیج کر انعامات کئے اس سے انہیں یہ دھوکا ہوگیا تھا کہ شاید نبی اور آسمانی کتاب اب ہمارے سوا دوسری قوم میں نہیں آسکتے ۔ آیت ٢ : ١٠٥ سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہوتی ہے ۔ یہودی یہ خوب سمجھتے تھے کہ قرآن کتاب برحق ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہیں، اس کی پیشین گوئی خود ان کی کتابوں میں موجود تھی ۔

لیکن ان کو جلن یہ تھی کہ اس بار وحی ان کی قوم و نسل سے باہر کیوں نازل کی گئی ـ قرآن مجید میں ان کو مختلف طریقوں سے سمجھایا گیا، تاہم وہ اپنی بےجا ضد پر اڑے رہے اور سوائے چند کے اکثر ایمان نہیں لائے ـ یہودیوں کا نسلی اور قومی زعم توڑنے کے لئے قرآن مجید نے ان کی شریعت بھی منسوخ کردی اور اسلام سے پہلے جتنے احکام خدا کی طرف سے دئے گئے تھے وہ اب ناقابل عمل قرار دئے گئے ـ اس پس منظر کو ذہن میں رکھ کر اگر ہم آیت ۱۰۶ کو پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ یہاں درمیان میں کوئی نیا مضمون بیان نہیں کیا گیا ـ حقیقت میں اس آیت میں ظہور اسلام کے بعد ان کی کتابوں، شرائع اور جملہ قوانین کو تبدیل کرکے نئی اور اس سے بہتر شریعت اور جامع احکام دئے جانے کا اعلان ہے ـ آگے چل کر اسی سورت میں تحویل قبلہ کے احکام بیان کئے گئے ہیں تاکہ یہودیوں کو یہ پوری طرح یقین ہوجائے کہ نہ صرف یہ کہ ان کی شریعت کو منسوخ کیا گیا ہے بلکہ ان کے قبلہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنے کی بھی ممانعت کردی گئی ہے ـ یہودی شریعت کے منسوخ کرنے اور تحویل قبلہ کے احکام سے مقصود درحقیقت یہودی سیادت کی جڑ کاٹنا تھا ـ ابن اسحاق نے بھی تاریخی تجزیہ کرتے ہوئے یہ بتلایا ہے کہ سورۂ بقرہ کی ابتدائی ۱۰۰ آیات ان یہودی علماء اور نو مسلموں کے بارے میں نازل ہوئیں جو مسلمان تو ہوگئے تھے، لیکن دل میں وہ ابھی تک یہودیت کی طرف ہی مائل تھے ـ(۴۳) اس آیت میں بظاہر یہودی شریعت ہی مراد ہے جس کا کچھ حصہ تو پہلے ہی سیاسی افراتفری میں ضائع ہوچکا تھا، جس کو قرآن نے اسی آیت میں "اوننسہا"، سے تعبیر کرتا ہے، اور باقی حصہ قرآن مجید کے نزول کے بعد منسوخ کر دیا گیا ـ بلکہ ظہور اسلام سے بھی پہلے عیسائی تحریک اور پولس کے ہاتھوں یہودی شریعت پر کاری ضرب لگ چکی تھی ـ مفسرین نے اس تاریخی پہلو کو عام طور پر نظر انداز کردیا ـ اور نسخ آیت سے مراد قرآن مجید کی آیات کا ایک دوسرے کو منسوخ کرنا لیا ـ خود لفظ آیت کے

کی بنا پر بھی اس کی تفسیر میں الجھن پیش آتی ہے ۔ لغت میں آیت کے متعدد معنی بیان کئے گئے ہیں ۔ ابتدائی معنی علامت اور پیغام کے سمجھے گئے ہیں ۔ غالباً اسی لفظی مناسبت سے قرآن کے مختلف فقروں کو آیت کہا جاتا ہے ۔(۳۰) قرآن مجید میں یہ لفظ مختلف معنی میں مستعمل ہے ۔ مثلاً نشانی (۱۷ : ۱۲، ۱۹ : ۲۱)، معجزہ (۶ : ۳۰، ۷ : ۱۰۶)، حکم (۶ : ۱۲۵)، پیغام (۲۰ : ۴۷، ۳۶ : ۴۶) اور وحی الٰہی (۶ : ۴) اب اس آیت میں لفظ آیت صرف قرآن کے مختلف احکام یا فقرے مراد لینا اور وحی یا پیغام الٰہی مجموعی طور پر مراد نہ لینا بظاہر تحکم ہوگا، سیاق و سباق سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں وحی الٰہی مراد ہے ۔

اب دوسری آیت ۱۶ : ۱۰۱ کو لیجئے ۔ یہاں بھی نسخ کے قائلین نے سیاق و سباق کو نظر انداز کرکے لفظ آیت سے مراد قرآنی احکام لئے ہیں ۔ اس سے اگلی آیت یہ صاف بتلاتی ہے کہ مسلمانوں کو مدینہ میں ھجرت کے بعد یہودیوں اور بعض نئے مسلمانوں کی طرف سے ایک اور چیلینج کا سامنا تھا ۔ اور وہ چیلینج یہ تھا کہ کیا ایک امی (ان پڑھ) پر بھی وحی آسکتی ہے اور کیا ایسا شخص انبیاء بنی اسرائیل کی جگہ لے سکتا ہے ؟ چنانچہ انہوں نے آپ پر طرح طرح کی بہتان طرازیاں شروع کیں، اور یہ بات کہی کہ آپ پر وحی نہیں آتی بلکہ کوئی عجمی آپ کو یہ باتیں سکھا تا ہے ۔ چنانچہ آیت ۱۶: ۱۰۳ میں قرآن مجید نے ان کے اس الزام کی تردید کی ۔ منافقین یہود نے آپ پر جو قرآن گھڑنے کا الزام لگایا تھا اس آیت میں اس کا جواب دیا گیا ہے ۔ یہودی چونکہ رسالت اور نزول وحی کو اپنا موروثی حق سمجھتے تھے اس لئے اس آیت میں ان کے اس باطل خیال کو رد کیا گیا ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ آپ پر حضرت جبریل کے توسط سے ہی وحی نازل ہوئی ہے، کسی انسان نے آپ کو اس کی تعلیم نہیں دی ۔ لہذا یہاں تبدیل آیت سے مراد سیاق و سباق

کے لحاظ سے تبدیل وحی الہٰی ہونا چاہئے نہ کہ قرآنی آیات کی تبدیلی، جیسا کہ عام مفسرین اور علماء اصول نے سمجھا ہے ۔

آیت ۱۳ : ۳۹ پر ہم تفصیلی گفتگو نہیں کریں گے، کیونکہ اس کی تفسیر بھی سیاق و سباق کو نظرانداز کرکے نسخ آیات کے اثبات کے لئے کی گئی ہے۔ اس آیت کو ما سبق کی آیات ۱۳ : ۳۶-۳۸ کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو اس کا مفہوم اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے ۔ یہاں قطعی طور پر نسخ احکام قرآنی، یا نسخ آیات کا مفہوم نہیں نکلتا ۔

نسخ آیات کے جواز میں مفسرین اور علماء اصول نے اور بھی مزید آیات پیش کی ہیں، لیکن ان کا اس سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے ۔ قرآن مجید کے الفاظ میں وسعت اور عموم ہوتا ہے، اپنے ذوق کے مطابق ان سے مراد کچھ بھی لی جاسکتی ہے ۔ اختلافی مسائل میں عام طور پر کچھ اسی قسم کے دلائل دئے جاتے ہیں ۔

اب ہم ان آیات کو لیتے ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ قرآن مجید کا حصہ تھیں، لیکن بعد میں ان کے الفاظ اور تلاوت منسوخ ہو گئے، تاہم ان کا حکم اب بھی باقی ہے ۔ اس قسم کی آیات تاریخ اور حدیث کے ذخیرہ میں پائی جاتی ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں :

(۱) لو ان لابن آدم وادیا من مال لا بتغی الیه ثانیا، ولو ان له ثانیا لابتغی الیه ثالثا، ولا یملأ جوف ابن آدم الا التراب، ویتوب الله علی من تاب ۔

ترجمہ : اگر انسان کو مال و دولت کی ایک پوری وادی میسر آجائے، تو وہ دوسری کی تلاش میں رہے گا، اور دوسری مل جائے تو تیسری کی انسان کا پیٹ صرف مٹی ہی سے بھرتا ہے، اور خدا اس کو بخش دیتا ہے جو توبہ کرے ۔

(۲) ان الدین عنداللہ الحنیفیۃ السمحۃ، لا الیہودیۃ و لا النصرانیۃ، ومن یفعل خیرا فلن یکفرہ ۔

ترجمہ : اللہ کے نزدیک مقبول دین ابراهیم کا دین حنیفی ہے جس کے اصول واضح اور سیدھے ہیں، نہ یہودیت اور نہ نصرانیت ۔ اور جو شخص نیکی کرے گا اسے اجر سے محروم نہیں رکھا جائے گا ۔

(۳) ان الذین آمنوا و ھاجروا و جاھدوا فی سبیل اللہ الا ابشرو انتم المفلحون ۔ والذین آووھم و نصروھم وجادلوا عنھم القوم الذین غضب اللہ علیھم اولئك لاتعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون ۔

ترجمہ : (اے وہ لوگو) جو ایمان لائے، اور ھجرت کی، اور اللہ کے راستہ میں جہاد کیا، تمہیں خوشخبری ہو کہ تم کامیاب ہو ۔ اور جنہوں نے ان کو پناہ دی، اور ان کی مدد کی، اور ان کی طرف سے ان لوگوں سے لڑے جن پر اللہ کا غضب ہوا کسی کو نہیں معلوم کہ خدا نے ان کے لئے کیا خوشیاں اور راحت و آرام چھپا کر رکھا ہے، یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہے ۔

(۴) عن ابی موسی قال : کنا نقرا سورۃ نشبھھا باحدی المسبحات و انسیتھا غیرانی قد حفظت منھا، یا ایھا الذین آمنوا لم تقولون مالا تفعلون، فتکتب شھادۃ فی اعناقکم فتسئلون عنھا یوم القیامۃ ۔

ترجمہ : ابو موسی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سورت کو پڑھا کرتے تھے جو مسبحات سورتوں کے مشابہ تھی، لیکن اسے مجھے بھلا دیا گیا، مجھے اس میں سے صرف یہ یاد رہ گیا ہے ۔ اے لوگو! تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو، یہ شہادت تمہارے ذمہ لکھی جاتی ہے جس کے بارے میں قیامت کے دن تم سے باز پرس ہوگی ۔

(۵) عن انس فی قصة اصحاب بئر معونة قال: انزل فی الذین قتلوا ببئر معونة قرآن ثم نسخ بعد، بلغوا عنا قومنا انا لقینا ربنا فرضی عنا و رضینا عنه۔

ترجمہ: بئر معونہ کے مقام پر جو صحابہ شہید ہوئے تھے ان کے بارے میں حضرت انس کہتے ہیں کہ قرآن کی آیتیں نازل ہوئی تھیں جو بعد میں منسوخ ہوگئیں وہ یہ ہیں: ہماری طرف سے ہماری قوم کو یہ پیغام پہنچادو کہ ہم اپنے رب سے مل گئے، وہ ہم سے راضی ہوگیا اور ہم اس سے راضی ہوگئے۔

(۶) لا ترغبوا عن آبائکم فانه کفر بکم، الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموهما البتة، نکالا من الله، والله عزیز حکیم۔

ترجمہ: اپنے باپ دادا سے بے رغبتی مت کرو کہ یہ کفر ہے، بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت اگر زنا کریں تو ان کو ضرور سنگسار کرو۔ خدا کی طرف سے یہ ایک عبرتناک سزا ہے۔ اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

(۷) النبی اولی بالمومنین من انفسهم و ازواجه امهاتهم وهو اب لهم۔

ترجمہ: پیغمبر مسلمانوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں، اور پیغمبر کی بیویاں ان کی مائیں ہیں، اور وہ خود ان کے باپ ہیں۔

(۸) عن عایشة قالت: کان فیما انزل الله عشرا رضعات معلومات یحرمن فنسخن بخمس معلومات فتوفی رسول الله صلی الله علیه وسلم و هن مما یقرا من القرآن۔

ترجمہ: حضرت عایشہ سے روایت ہے کہ منجملہ دیگر احکام کے خدا نے یہ حکم بھی نازل فرمایا تھا کہ کوئی بچہ کسی عورت کے دس گھونٹ دودھ پی لے تو وہ اس پر حرام ہوجاتی ہے یہ حکم سب کو معلوم تھا۔ بعد میں اس کو منسوخ کرکے پانچ گھونٹ کردئیے گئے، جو

سب کو معلوم ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت یہ آیت قرآن میں پڑھی جاتی تھی -(۳۶)

جن روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیات قرآن مجید میں موجود تھیں بعد میں ان کے الفاظ منسوخ ہوگئے، اور حکم باقی رہا، ان کی حیثیت اخبار احاد کی ہے - اور قرآن مجید تواتر سے ثابت ہے - اس لئے ان کو قرآن کا جز نہیں کہا جا سکتا - ان میں سے بعض آیتوں میں قرآن مجید کے چند الفاظ جوڑ دئے گئے ہیں - باقی جو حصے قرآن مجید میں نہیں ہیں ان کے الفاظ فصاحت سے گرے ہوئے ہیں - ہم یہاں آیت رجم اور آیت رضاعت پر مختصر گفتگو کریں گے، کیونکہ ان کے احکام اب تک باقی ہیں، اگرچہ الفاظ منسوخ ہو گئے ہیں - مؤطا مالک میں آیت رجم حضرت عمر سے ان الفاظ میں مروی ہے :

قال عمر ایاکم ان تهلکوا عن آية الرجم أن يقول قائل : لا نجد حدين فی کتاب الله، فقد رجم رسول الله صلی الله علیه وسلم و رجمنا، والذی نفسی بیده لولا ان یقول الناس : زاد عمر بن الخطاب فی کتاب الله تعالی لکتبتها : الشيخ و الشيخة اذا زنيا فارجموهما البتة فانا ، قد قرأنا ها - (۳۷)

حضرت عمر نے فرمایا کہ کوئی شخص آیت رجم کو یہ کہہ کر نہ چھوڑدے کہ کتاب اللہ میں (زنا کے بارے میں) دو قسم کی سزائیں نہیں ملتیں، کیونکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی رجم کیا اور ہم نے بھی رجم کیا - قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر لوگ یہ نہ کہتے کہ عمر نے کتاب اللہ میں اضافہ کردیا تو میں اس کو ضرور (قرآن میں) لکھ دیتا - (وہ آیت یہ ہے) بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت اگر زنا کریں تو ان کو ضرور سنگسار کرو، کیونکہ ہم نے اس حکم کو (قرآن میں) پڑھا ہے -

زنا کے مرتکب پر قرآن مجید نے سو کوڑوں کی سزا مقرر کی ہے - تاہم

فقہاء نے اس قسم کی روایات اور نبی کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل اور تعامل صحابہ کے پیش نظر رجم کے لئے احصان کی شرط لگائی ہے۔ اگرچہ قرآن مجید میں غلاموں کے لئے نصف سزا یعنی پچاس کوڑوں کا حکم ہے، اس صورت میں ان پر رجم کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ مسلمانوں میں غالباً صرف خوارج نے رجم کا انکار کیا ہے۔(۳۸) ہمیں یہاں مسئلہ رجمؐ پر بحث نہیں کرنا، یہ ایک مستقل تحقیق طلب موضوع ہے، جس پر اہل علم نے تفصیلی بحثیں کی ہیں، رجم بلا شبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اور بعد کے مسلمانوں کے عمل سے ثابت ہے۔ لیکن اس کو قرآن سے ثابت کرنا، درست معلوم نہیں ہوتا۔ اگر حضرت عمر کو یقین تھا کہ یہ آیت قرآن میں موجود تھی تو وہ ضرور اس کو قرآن کا حصہ ہی سمجھتے، اور لوگوں سے نہ ڈرتے۔ اس آیت کے بارے میں واضح طور پر وہ یہ بھی نہیں کہتے کہ اس کے الفاظ منسوخ ہوگئے ہیں اور اس کا حکم باقی ہے۔ اتنا بہرحال یقینی ہے کہ رجم کا حکم سنت سے ثابت ہے، اور اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

آیت رضاعت بھی منسوخ بتلائی جاتی ہے، لیکن امام شافعی کا اس پر عمل ہے۔(۳۹) امام مالک نے اس کو مؤطا میں نقل ضرور کیا ہے لیکن ان کا اس پر عمل نہیں، کیونکہ مدینہ میں اس پر عمل نہیں تھا۔(۴۰) اہل عراق کا بھی اس پر عمل نہیں ہے۔ ان کے نزدیک ایک گھونٹ بھی حرمت رضاعت کے لئے کافی ہے۔(۴۱) امام شافعی سے پہلے متقدمین فقہاء نے اس کو تسلیم نہیں کیا۔ اس لئے ان کے نزدیک اس آیت کے نہ صرف الفاظ منسوخ ہیں، بلکہ حکم بھی منسوخ ہے۔

اس قسم کی آیات کو قرآن مجید کا حصہ سمجھا گیا ہے، اس کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں۔ اول یہ کہ ان میں الفاظ کتاب اللہ قرأناها، أنزل وغیرہ موجود ہیں، مثلاً حضرت عمر کی طرف منسوب آیت رجم کی دوسری روایت میں

ھے : الرجم فی کتاب اللہ حق علی من زنٰی من الرجال و النساء(۴۲) (مردوں اور عورتوں میں جو بھی زنا کرے اس کو کتاب اللہ کے حکم کے موافق، جو حق ھے، سنگسار کرنا چاھئیے)۔ اسی طرح آیت رضاعت میں کان فیما انزل من القرآن (قرآنی احکام میں ایک حکم یہ بھی نازل ھوا تھا) نکلتا ھے ۔ ان الفاظ کی لفظی اور ظاھری توجیہ قرآن سے کی گئی، اور یہی سمجھا گیا کہ یہ آیتیں بھی اپنے الفاظ کے ساتھ اسی طرح قرآن مجید میں موجود تھیں، جیسے دوسری محکم آیات موجود ھیں ۔ اس قسم کی روایات کو درست مان کر انہیں قرآن کا حصہ سمجھنے سے خود قرآن کی صحت پر بھی شبہات کئے جاسکتے ھیں ۔ اس لئے کتاب اللہ وغیرہ کے الفاظ سے مراد عین قرآن لینے کے بجائے اس کی دوسری توجیہات بھی کی جا سکتی ھیں ۔ بعض اھل علم نے اس سے مراد تورات یا عام شرعی احکام یا شریعت مراد لی ھے ۔(۴۳) امام سرخسی اس کی توجیہ کرتے ھوئے کہتے ھیں :

ویحمل قول من قال فی آیة الرجم انه فی کتاب اللہ : ای فی حکم اللہ تعالی، کما قال تعالی : کتاب اللہ علیکم، ای حکم اللہ علیکم (۴۴) ۔	جو لوگ یہ کہتے ھیں کہ آیت رجم کتاب اللہ میں تھی، ان کے اس قول سے یہ مراد لی جا سکتی ھے کہ رجم ایک حکم خداوندی ھے، جیسے قرآن مجید میں ھے ۔ کتاب اللہ علیکم یعنی اللہ کی طرف سے تم پر یہ فرض ھے ۔ یہاں لفظ کتاب اللہ سے مراد حکم خداوندی ھے جو تم پر فرض ھے ۔

بعض محققین کا خیال ھے کہ عہد نبوی میں شرعی احکام کی تاکید اور عمل کرانے کے لئے اس طرح کے الفاظ استعمال کئے جاتے ھوں گے ۔(۴۵) ھمارے خیال میں اس کی ایک توجیہ یہ بھی کی جاسکتی ھے ممکن ھے لوگ بعض شرعی احکام کی طرف سے غفلت برتنے لگے ھوں اور ان کی کچھ زیادہ

اہمیت نہ سمجھتے ہوں، تو اس قسم کے احکام کی اہمیت بتلانے کے لیے راویوں نے ان کو قرآن کی طرف منسوب کیا، گویا ان کا مقصود یہ تھا کہ ان کی حیثیت قرآنی احکام سے کچھ کم نہیں ہے۔ یہ سب توجیہات اس صورت میں ممکن ہیں کہ ان روایات کو درست سمجھا جائے۔ تاہم ان کی صحت پر بھی کلام کیا جاسکتا ہے۔

دوم یہ کہ بعض صحابہ نے ان آیات کو غلطی سے قرآن سمجھ لیا ہو، اور بعد میں ان کو اس کا احساس ہوا ہو۔ ابن قتیبہ نے اس سلسلہ میں ایک واقعہ نقل کیا ہے، جس سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ ابن مسعود کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ معوذتین کو قرآن کا حصہ نہیں سمجھتے تھے (اگرچہ یہ بات تحقیق کے خلاف ہے)۔ اس کا سبب بیان کرتے ہوئے ابن قتیبہ یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں سورتوں کو پڑھ کر حسن اور حسین پر کثرت سے دم کیا کرتے تھے۔ اس سے شاید ابن مسعود نے یہ سمجھا ہو کہ ان سورتوں کی حیثیت محض دعا کی ہے نہ کہ عام آیات کی طرح یہ قرآن کا ایک حصہ ہیں۔ اس کے برعکس ابی بن کعب نے دعائے قنوت کو قرآن کا حصہ سمجھ کر اپنے مصحف میں قرآن کی دوسری آیات کے ساتھ لکھ لیا۔ ابن قتیبہ ان کی غلط فہمی کی وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دعا کو نماز میں پڑھا کرتے تھے۔ انہوں نے اس کو شاید قرآن ہی سمجھا۔(۲۰۳) یہ محض قیاس آرائی ہے قطعی طور پر اس بارے میں کوئی بات نہیں کہی جا سکتی۔

حضرت عائشہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت رضاعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت قرآن میں پڑھی جاتی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شاید آپ کی وفات کے بعد وہ منسوخ ہوئی ہے۔ اس سے بظاہر قرآن مجید کی صحت مشتبہ ہوجاتی ہے۔ امام سرخسی نے اس قسم کی روایات

کو نقل کرنے کی ابن ماجہ کی سعی ہے جو یہ کی ہے کہ آپ کی وفات کے بعد بھی قرآن مجید کی آیات منسوخ ہوئیں ۔(۳۷) آیت رجم اور آیت رضاعت کے بارے میں ابن قتیبہ نے حضرت عایشہ سے منسوب ایک یہ روایت نقل کی ہے، کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین میں مشغول تھے، یہ دونوں آیتیں ایک پرزہ پر لکھی ہوئی تھیں جن کو میں نے ایک تخت کے نیچے رکھدیا تھا، ایک بکری نے آکر اس پرزہ کو کھالیا ۔(۳۸) امام سرخسی اس روایت کو نقل کرکے فرماتے ہیں کہ اگر بکری نے اس پرزہ کو کھالیا تھا تو دلوں سے تو یہ آیتیں محو نہیں ہوئی تھیں، ان کو کسی دوسری چیز پر لکھا جا سکتا تھا ۔ (تاکہ وہ قرآن کا حصہ ہی رہتیں) ۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اس حدیث کی جس سے حکم رضاعت کا قرآن میں موجود ہونا ثابت ہوتا ہے کوئی اصل نہیں ۔(۳۹)

اب رہیں وہ آیتیں جن کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہیں، ان کے بارے میں امام سرخسی نے یہ کہا ہے کہ شاید ان سے مراد وہ صحیفے ہیں جو حضرت ابراهیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام پر نازل ہوئے تھے، یا اور ایسی دوسری آسمانی کتابیں ہوں جو دوسرے انبیاء پر نازل ہوئی تھیں، ان کی بنیادی تعلیمات قرآن مجید میں لے لی گئیں، اس لئے ان کو منسوخ کردیا گیا ۔ سرخسی اس سلسلہ میں قرآن مجید کی دو آیتیں پیش کرتے ہیں جو یہ ہیں :
(۱) ان هذا لفی الصحف الاولی، صحف ابراهیم و موسی (۲) وانه لفی زبر الاولین۔
ان سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں پچھلے انبیاء کی اصولی تعلیمات موجود ہیں ۔ اس لئے وہ اب قابل عمل نہیں رہیں ۔(۵۰) بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کچھ ایسی سورتیں تھیں جن کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوگئے ۔ مثلاً ایک روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ کئی صحابہ تہجد کی نماز پڑھنے کے لئے اٹھے، وہ ایک خاص سورت نماز میں پڑھنا چاہتے تھے جو ان کو پہلے سے یاد تھی، لیکن وہ اس کو نہیں پڑھ سکے، صبح کو انہوں نے آپ سے اس کا ذکر

کہ آپ نے ارشاد فرمایا : انها مما نسخ البارحة - یہ ان سورتوں میں سے ہے جو گذشتہ رات منسوخ ہوگئیں -(۵۱)

چوتھی قسم کے بارے میں ہم پہلے بحث کر چکے ہیں - وہ آیتیں جو مجمل تھیں، دوسری آیتوں نے ان کی تفسیر کی - یا جو عام تھیں، دوسری آیت سے ان کا حکم خاص سمجھا گیا - احناف اس کو نسخ مانتے ہیں - اور امام شافعی تخصیص -(۵۲) اصول فقہ کی کتابوں میں اس پر تفصیلی بحث دیکھی جا سکتی ہے -

نسخ آیات کے سلسلہ میں ایک سوال یہ بھی اٹھایا گیا ہے کہ آیا قرآن مجید میں موجود حکم سنت سے منسوخ ہوسکتا ہے ؟ نیز سنت سے ثابت شدہ حکم قرآن کے حکم سے منسوخ ہو سکتا ہے یا نہیں - اس بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے - امام شافعی کے نزدیک قرآن کا حکم قرآن سے منسوخ ہو سکتا ہے، اور سنت کا سنت سے، ایک کا حکم دوسرے سے منسوخ نہیں ہوسکتا - انہوں نے رسالہ میں اس کے دلائل تفصیل سے پیش کئے ہیں -(۵۳) باقی ائمہ کے نزدیک قرآن سے سنت اور سنت سے قرآن کا حکم منسوخ ہو سکتا ہے - علماء اصول نے اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے - مسئلہ نسخ ایک وسیع موضوع ہے - اس کے مختلف پہلو ہیں - ہم نے اس مقالہ میں صرف قرآن مجید میں منسوخ آیات سے بحث کی ہے باقی مسائل ہمارے موضوع سے خارج ہیں -

بعض اہل علم نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر قرآن مجید ابدی ہے اور اس کے احکام ہر زمانہ اور ہر جگہ کے لئے ہیں تو اس میں منسوخ آیات کا پایا جانا قرآن کی اس ابدیت کو متاثر کرتا ہے - قرآن کے احکام ابدی اسی وقت ہوسکتے ہیں جب ان پر عمل بھی ہوسکے - اگر ان میں سے کچھ ناقابل عمل ہیں تو گویا وہ ابدی نہ ہوئے - اگر قرآن کے احکام کو تاریخی پس منظر میں دیکھا جائے تو نہ یہ اعتراض باقی رہتا ہے اور نہ ہی نظریہ نسخ کا

حالتیں کی ضرورت رہتی ہے ۔ یہ سبب جانتے ہیں کہ قرآن مجید تیئیس سال کی مدت میں تھوڑا تھوڑا کرکے نازل ہوا ۔ احکام وقتی تقاضوں اور حالات کے مطابق نازل ہوتے تھے ۔ حالات کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ احکام بھی بدلتے رہے ۔ حالات کے بدلنے سے جو نئے احکام آئے تو سابق احکام کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اب ان پر کبھی بھی عمل نہیں ہوگا، یا وہ قطعاً منسوخ ہوگئے ۔ ظاہر ہے اختتام وحی کے بعد سارے قرآن پر بیک وقت، ایک ہی قسم کے حالات میں، ایک ہی مقام پر عمل نہیں ہوسکتا ۔ مختلف حالات کے لئے مختلف احکام ہیں اور ان پر وقتاً فوقتاً عمل ہوتا رہے گا ۔ جو احکام جن حالات میں نازل ہوئے ظاہر ہے اس کے مشابہ حالات آئندہ بھی پیدا ہو سکتے ہیں ۔ ان حالات میں جن احکام کو منسوخ سمجھا جا تا ہے ،ان پر عمل ہوسکتا ہے ۔ اس کی مثال اس طرح دی جاسکتی ہے : کہا جا تا ہے کہ کفار کے مقابلہ میں سختیوں پر صبر و تحمل کے جو احکام مکہ میں نازل ہوئے تھے ان کو جہاد کے احکام نے منسوخ کردیا ۔ ہم یہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ مکہ میں مسلمانوں کے پاس طاقت نہیں تھی ۔ اسلام کا ابتدائی دور تھا ۔ کفار کا مقابلہ وہ اجتماعی طور پر نہیں کرسکتے تھے، اس لئے ان کو صبر و تحمل اور عفو و درگزر کے احکام دیئے گئے ۔ لیکن جب وہ طاقت‌ور ہوگئے ، اور اللہ تعالی نے ان کو مقابلہ کی قوت بخشی تو انہیں جہاد کے احکام دئے گئے ۔ ظاہر ہے آئندہ بھی یہ دونوں قسم کی حالتیں مسلمانوں پر آسکتی ہیں ۔ مسلمان اگر ضعیف و کمزور ہوں گے تو اپنی قوت بڑھانے تک ان کو صبر و تحمل سے کام لینا ہوگا ۔ اور جب ان میں مقابلہ کرنے کی طاقت پیدا ہو جائے گی تو جہاد کرنا ہوگا ۔ اس طرح کی توجیہات سے اس قسم کے احکام میں کوئی تضاد نہیں رهتا ۔ اور اصول نسخ کی ضرورت باقی نہیں رہتی ۔ بعض اهل علم نے ناسخ منسوخ یا متضاد آیتوں کے درمیان ایسی طرح تطبیق کی کوشش کی ہے ۔ اور ہمارے خیال میں تنسیخ آیات سے بہتر ہے کہ ان میں موافقت پیدا کی جائے، تاکہ مختلف حالتوں میں

مختلف احکام پر عمل ہوسکنے کی مناسبت رائے، معقول تعبیر اور مناسب توجیہات سے جہاں منسوخ آیات کی تعداد پانچسو (۵۰۰) سے گھٹا کر بیس (۲۰) اور بیس (۲۰) سے گھٹا کر پانچ کی جا سکتی ہے، وہاں اسی طریقہ سے ان پانچ کو بھی صفر بنایا جا سکتا ہے۔

حواشی

(۱) مزید لغوی تشریح کے لئے لسان العرب اور تاج العروس وغیرہ کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔ اصول السرخسی، ج ۲، ص ۵۳، اور آمدی کی الاحکام فی اصول الاحکام میں نسخ کی لغوی توضیح تفصیل سے موجود ہے۔

(۲) اصول السرخسی۔ مطبوعہ قاہرہ ۱۳۷۲ھ، ج ۲، ص ۵۴۔

(۳) ایضاً ص ۶۰۔

(۴) ایضاً ص ۷۸۔

(۵) محمد بن الحسن۔ کتاب الآثار۔ مطبوعہ کراچی۔ ص ۲۸۲۔

(۶) مؤطا مالک، مطبوعہ قاہرہ ۱۹۵۱ء، ج ۲، ص ۵۷۷۔

(۷) آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام، قاہرہ ۱۹۱۴ء، ج ۳، ص ۱۶۷ - ۲۰۱۔

(۸) فخرالدین الرازی، مفاتیح الغیب، قاہرہ ۱۳۰۷ھ، ج ۱، ص ۴۳۶۔

(۹) عبدالمتعال محمد الجبری، النسخ فی الشریعة الاسلامیہ، قاہرہ ۱۹۶۱ء، ص ۶۱۔

(۱۰) ابن الندیم، الفہرست، قاہرہ ۱۳۴۸ھ ص ۵۶۔

(۱۱) السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، قاہرہ ۱۳۱۷ھ، ج ۲، ص ۲۰۔

(۱۲) النحاس، کتاب الناسخ و المنسوخ فی القرآن الکریم، قاہرہ ۱۳۲۳ھ، ص ۴ بعد۔

(۱۳) ابن قیم، اعلام الموقعین، دہلی، ۱۳۱۳ھ ج ۱، ص ۱۲۔

(۱۴) اصول السرخسی، ج ۲، ص ۸۲۔

(۱۵) الشاطبی، الموافقات، تیونس، ۱۳۰۲ھ ج ۳، ص ۵۸۔

(۱۶) الفوز الکبیر (اردو ترجمہ)، کراچی ۱۹۶۰ء، ص ۸۰۔

(۱۷) البخاری، الجامع الصحیح، مطبوعہ لیڈن، ج ۳، ص ۲۰۲۔

(۱۸) ایضاً، ج ۲، ص ۱۹۱، (کتاب الوصایا)۔

(۱۹) عبدالمتعال الجبری، النسخ فی الشریعة الاسلامیہ، محولا بالا ایڈیشن، ص ۱۷۔

(۲۰) ابن خزیمہ نے ان سب کو یکجا کردیا ہے، ملاحظہ ہو الموجز فی الناسخ و المنسوخ، [illegible]

(۲۱) فخرالدین رازی، مفاتیح الغیب، محولہ بالا ایڈیشن، ج ۱، ص ۳۳۳؛ آمدی الاحکام، ج ۳، ص ۱۶۷ -

(۲۲) الشوکانی، [illegible]، محولہ بالا ایڈیشن، ج ۲، ص ۳۳

(۲۳) شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر، محولہ بالا ایڈیشن، ص ۹۹، نیز صفحات ۷۸ - ۹۶ -

(۲۴) الشہرستانی، کتاب نہایۃ الاقدام فی علم الکلام، بغداد، ص ۵۰۲ - ۵۰۳ -

(۲۵) تفسیر المنار، قاہرہ ۱۳۶۷ھ، ج ۲، ص ۴۲۸ - ۱۳۹۱

(۲۶) تفسیرالقرآن مطبوعہ لاہور، تاریخ طباعت درج نہیں، ص ۱۳۷ - ۱۳۰

(۲۷) بحوالہ Baljon, Modern Muslim Kuran Interpretation, Leiden, 1961, p. 49

(۲۸) التفہیمات الالہیہ، بجنور، ۱۹۳۶ء، ج ۲، ص ۱۷۳ -

اس موضوع پر محمد عبدالمتعال الجبری کی کتاب النسخ فی الشریعۃ الاسلامیہ ایک سنجیدہ علمی کاوش ہے -

(۲۹) الآمدی الاحکام، ج ۳، ص ۱۶۵ -

(۳۰) عہدنامہ جدید، پولس کے خطوط، افسیون کے نام، ۲ : ۱۵ ، کلسیوں کے نام، ۲ : ۱۴،

(۳۱) Theodor Noeldeke, Geschischte des Qorans, Hildesheim, 1961, p. 52.

(۳۲) Von Grunebaum, Islam, London, 1961, p. 85.

(۳۳) A. Guillaume, Islam, Edinburgh, 1962, p. 189 New Light on the life of Muhammad, Cambridge, p. 38.

قصہ غرانیق کے بارے میں اہل علم نے تفصیلی بحثیں کی ہیں۔ ہم نے اپنی انگریزی تصنیف اصول فقہ کی تاریخ میں اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے -

(۳۴) ابن ہشام، سیرت النبی، قاہرہ، تاریخ طباعت درج نہیں، ج ۲، ص ۱۵۲ - ۱۷۶ -

(۳۵) لغوی تحقیق کے لئے لسان اللسان اور تاج العروس جیسی عربی لغات کی طرف مراجعت کرنی چاہئیے۔

(۳۶) ہم نے یہاں چند آیات نقل کی ہیں ، ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر نے اس قسم کی بارہ آیتیں مختلف مقامات سے نقل کی ہیں اور ان کے مآخذ بھی بتائے ہیں۔ ملاحظہ ہو ، نظرہ عامۃ فی تاریخ الفقہ الاسلامی، قاہرہ ۱۹۴۲ء ، ج ۱، ص ۴۳ - ۴۷ -

(۳۷) مؤطا مالک، ج ۲، ص ۸۲۳ -

(۳۸) امام رازی نے سورۃ نور کی آیات ۲ - ۳ کی تفسیر کے ذیل میں خوارج کے دلائل کا تفصیلی جائزہ لیا ہے اور ان کے جوابات دیئے ہیں -

(۳۹) کتاب الام، قاہرہ ۱۳۲۳ھ ج ۷، ص ۲۰۸ -

(۴۰) مؤطا مالک، ج ۲، ص ۶۰۸ -

(۴۱) محمد بن الحسن ، مؤطا، دیوبند، ص ۲۷۸ -

(۴۲) موطا مالکیہ ج ۲، ص ۳۲۳ -

(۴۳) اس کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو محمد اسماعیل، چند ناسخ و منسوخ آیات، معارف اعظم گڑھ، نومبر ۱۹۵۸ء، ص ۳۸۶ -

(۴۴) اصول السرخسی، ج ۲، ص ۷۹ -

(۴۵) علی حسن عبدالقادر، نظرۃ عامۃ فی تاریخ الفقہ الاسلامی، ج ۱، ص ۳۶ -

(۴۶) ابن قتیبہ ، تاویل مختلف الحدیث، قاہرہ ۱۳۲۶ھ، ص ۳۲ -

(۴۷) اصول السرخسی، ج ۲، ص ۷۸ - ۷۹ -

(۴۸) تاویل مختلف الحدیث، ص ۳۹۷ - ۳۹۸ -

(۴۹) اصول السرخسی، ج ۲، ص ۷۹ - ۸۰ -

(۵۰) ایضاً، ص ۷۸ -

(۵۱) القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، قاہرہ ۱۹۳۵ء، ج ۲، ص ۶۳ -

(۵۲) اصول السرخسی، ج ۲، ص ۸۲ -

(۵۳) رسالہ شافعی، قاہرہ ۱۳۲۱ھ، ص ۱۷ - ۲۲ -